اردو (لازمی)	دہم 2019ء	پرچہ II: (انشائیہ طرز)
وقت: 2 گھنٹے 10 منٹ	(دوسرا گروپ)	کل نمبر: 60

(حصہ اوّل)

2- درج ذیل نظم و غزل کے اشعار کی مختصر تشریح کیجیے (تین اشعار حصہ نظم سے اور دو اشعار حصہ غزل سے): (10)

(حصہ نظم)

(i) یہ سرد و گرم، خشک و تر، اُجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اُسی کی ذاتِ باری کی

(ii) وہ لُو، وہ آفتاب کی حِدّت، وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب

(iii) یہ سماں اور اِک قوی انسان، یعنی کاشت کار
ارتقا کا پیشوا، تہذیب کا پروردگار

(iv) رونقیں ہی رونقیں ہیں جس طرف بھی دیکھیے
چیخنے لگتے ہیں اس پر شام ہوتے ہی شِغال

(حصہ غزل)

(v) یہ فخر تو حاصل ہے، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی ترے ساتھ چلے ہیں

(vi) رنگ وہ فصلِ خزاں میں ہے کہ جس سے بڑھ کر
شانِ رنگینیِ حسنِ چمن آرا بھی نہیں

(vii) روح کو بھی مزا محبت کا
دل کی ہمسائیگی سے ملتا ہے

(حصہ نظم)

جواب: (i) تشریح:

اس شعر میں شاعر اللہ تعالیٰ کی بلند اور اعلیٰ شان بیان کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سرد اور گرم موسم میں،

زمین اور سمندر میں، دن کے اُجالے اور رات کی تاریکی میں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کا جلوہ نظر آتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کا خالق و مالک صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے۔

تشریح: (ii)

اس شعر میں میر انیس کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس روز بلا کی لُو چل رہی تھی۔ سورج آگ برسا رہا تھا۔ دھوپ کی تمازت سے دن کا رنگ بھی رات کی مانند سیاہ لگ رہا تھا۔ یعنی اُس روز کربلا کے میدان میں بہت گرم ہوا چل رہی تھی اور سورج کی تپش تو اس قدر زیادہ تھی کہ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس سے آگ برس رہی ہو۔ یہی نہیں، بلکہ دھوپ میں شدید تیزی کے باعث دن بھی ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے رات پڑ گئی ہو۔ گویا اس روز کربلا میں گرمی کی شدت کے باعث نظامِ زندگی بُری طرح سے متاثر تھا۔

تشریح: (iii)

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2018ء (پہلا گروپ)، سوال نمبر 2(iii)۔

تشریح: (iv)

اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ سڑک پر شام کے وقت عجیب رونق ہو جاتی ہے، اور جو لوگ مجبوراً اس پر سفر کرتے ہیں وہ چیخنے لگتے ہیں۔ راستے بند ہو جاتے ہیں، اس سے راستے میں مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ کسی کے گرنے کی آوازیں، کسی کے پھسلنے کا شور، کسی کو چوٹ لگنے کا درد، گویا کہ یہ سڑک ہر شام ہوتے ہی چیخ و پکار اور بھانت بھانت کی آوازوں کا مرکز بن جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے گیدڑوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دے رہی ہوں۔

(حصہ غزل)

تشریح: (v)

غزل کے مطلع میں شاعرہ ادا جعفری اپنے محبوب کے ساتھ تعلق اور اس کی رفاقت پر نازاں ہیں اور کہتی ہیں: اے میرے محبوب! تیری نظروں میں ہم اچھے ہیں یا بُرے ہیں۔ تُو ہمیں اپنی قربت کے لائق سمجھتا ہے یا نہیں، لیکن ہمیں اس بات پر ناز ہے کہ چاہے کچھ دن ہی سہی، کچھ عرصے کے لیے ہی سہی، ہمیں تمھاری قربت اور رفاقت حاصل رہی ہے۔ اپنی اس رفاقت پر میں اپنے دوستوں میں فخر کر سکتی ہوں، وہ الگ بات ہے کہ اپنے جاننے والوں میں تُو ہمیں کچھ اہمیت دیتا ہے یا نہیں، ہمارا ذکر بھی تجھے اچھا لگتا ہے یا

نہیں، لیکن تجھ سے تعلق ہمارے لیے تو بہر حال قابلِ فخر اور قابلِ عزت ہے۔

(vi) تشریح:

شاعر اس شعر میں کہتا ہے کہ جب محبوب کی محبت حاصل ہو جاتی ہے تو دل کو اس قدر سکون، خوشی اور راحت حاصل ہوتی ہے کہ اُسے خزاں میں بھی بہار کا لطف آتا ہے۔ خزاں کے ویرانے میں بھی بہاروں جیسی دلکشی، رنگینی اور رعنائی محسوس ہوتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب انسان کو اپنے دل کی چاہت، دل کی خوشی مل جاتی ہے تو اُسے مشکل حالات کی پروا نہیں رہتی، وہ دُکھوں میں بھی خوش رہتا ہے، اُسے تکلیفوں میں بھی سکون ملتا ہے۔

(vii) تشریح:

اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ روح اور دل کا بھی آپس میں محبت کا رشتہ قائم ہے۔ روح کے بغیر دل کا اور دل کے بغیر روح کا تصور بھی ناممکن ہے۔ بالکل اُسی طرح میں اپنے محبوب سے محبت اور پیار کرتا ہوں۔ جس طرح روح کو دل کی ہمسائیگی میں سکون حاصل ہوتا ہے، میری زندگی کا لطف اور مزہ بھی محبوب کی محبت اور چاہت سے قائم ہے۔

(حصہ دوم)

سوال :3- درج ذیل نثر پاروں کی تشریح کیجیے۔ سبق کا عنوان، مصنف کا نام اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیے: (5,5)

(الف) یہ ضرور ہے کہ جن مرغانِ خوش نوا کی تعریف میں شعرا اس قدر رطب اللسان ہیں، ان کی عنایت سے میں خوش نہیں ہوا کہ سب کے سب میرے کمرے کے نیچے درخت پر جمع ہوگئے اور شور مچانا شروع کر دیا، تاہم میں نے کوشش کر کے اُن کی طرف سے کان بند کر لیے اور کام میں ہمہ تن مشغول ہوگیا۔

جواب: سبق کا عنوان: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

مشکل الفاظ کے معانی:

مرغانِ خوش نوا: اچھی آواز میں گانے والے پرندے	رطب اللسان: مداح
عنایت: مہربانی	ہمہ تن: مکمل طور پر

تشریح:

اس پیرے میں نثر نگار کہتا ہے کہ میرے پڑھنے لکھنے کے میز پر جو سامان رکھا گیا تھا وہ میرے استعمال کے قابل نہ تھا، لہٰذا میں نے اپنا پرانا استعمال میں آنے والا، مگر فائدہ مند ڈبا کھولا۔ اپنا عام قلم دوات نکالا اور لکھنا شروع کر دیا۔ البتہ میں ان اچھی آواز میں گانے والے پرندوں، جن کے مداح شعرا کرام ہیں، کی مہربانی سے خوش نہیں ہوا، جو میرے کمرے کے نیچے جمع ہو کر شور مچا رہے تھے۔ میں نے ان کی طرف سے اپنے کان بند کر لیے تھے اور کام میں مکمل طور پر مصروف ہو گیا تھا۔

(ب) میرا خیال ہے کہ مرحوم سے شاید ہی کبھی کسی شخص کو تکلیف پہنچی ہو۔ شریف شخص کی یہ صفت سب سے معتبر مانی گئی ہے۔ اُردو، فارسی اور عربی ادبیات پر مرحوم کی نظر بڑی گہری، وسیع اور متنوع تھی جس کے ہم سب ہمیشہ معترف رہے اور اس سے استفادہ کیا۔ ناملائم الفاظ کبھی زبان پر نہیں لائے۔ بڑے شوق اور سنجیدگی سے علمی مسائل پر اظہارِ خیال فرماتے۔

جواب: سبق کا عنوان: خطوطِ رشید احمد صدیقی

مصنف کا نام: رشید احمد صدیقی

مشکل الفاظ کے معانی:

صفت: خوبی	معتبر: قابلِ اعتبار
ناملائم: کھردرے، غیر موزوں	متنوع: رنگا رنگ، مختلف اقسام کے

تشریح:

رشید احمد صدیقی صاحبِ طرز مضمون نگار ہیں۔ انھوں نے زیادہ تر شخصیت نگاری پر لکھا ہے، لیکن ان کے لکھے ہوئے خطوط بھی اُردو ادب میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کی زبان سلیس، رواں اور شستہ ہے۔ انھیں طنز کا بادشاہ کہا جاتا ہے، لیکن ان کے لکھے ہوئے خطوط سیدھے سادے اور عام فہم ہیں۔ وہ نیکی اور خوبی کے قدر دان ہیں۔ ان خطوط سے بھی دردمندی کا اظہار ہوتا ہے۔

ایک خط انھوں نے اپنے دوست ظہیر احمد صدیقی کو لکھا ہے، جو ان کے والد کی تعزیت کے لیے ہے۔ مندرجہ بالا پیراگراف اسی خط میں سے لیا گیا ہے۔ اس میں وہ اپنے دوست ظہیر احمد صدیقی سے کہتے ہیں کہ آپ کے والد مرحوم ایک نیک دل انسان تھے۔ مختلف زبانوں پر انھیں قدرت حاصل تھی۔ ہم سب نے ان سے استفادہ کیا۔ وہ بڑے شوق سے علمی مسائل پر اظہارِ خیال فرماتے تھے۔ ان کی مفارقت سے ادب میں ایک خلا سا آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے اور ہمیں

صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

سوال 4: درج ذیل میں سے کوئی سے پانچ سوالات کے مختصر جوابات لکھیے: **(10)**

(i) سرسید کے کس دوست نے مسلم لیگ کی بنیاد رکھی اور مسلم لیگ کب قائم ہوئی؟

جواب: سرسید کے دوست نواب وقار الملک نے مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ مسلم لیگ 1906ء میں ڈھاکہ میں قائم ہوئی۔

(ii) علی بخش کو ایک مربع زمین کہاں اور کیوں الاٹ ہوئی؟

جواب: علی بخش کو ایک مربع زمین لائل پور میں اس کی خدمات کے سلسلے میں الاٹ ہوئی۔

(iii) اردو شعرا نے ہر دور میں عیدالفطر کو موضوعِ سخن کیوں بنایا؟

جواب: اسلامی اقدار اور روایات کی پاسداری کے لیے اردو شعرا نے ہر دور میں عیدالفطر کو موضوعِ سخن بنایا۔

(iv) نام دیو مالی کی موت کا سبب کیا تھا؟

جواب: شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نام دیو کی موت واقع ہوئی۔

(v) فاطمہ کو "راکھ میں دبی ہوئی چنگاری" کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک مسلمان قوم کی حیثیت راکھ کے ایک ڈھیر کی سی ہے، کیونکہ اس قوم میں اب کوئی جوش، ولولہ، زندگی کی حرارت اور تڑپ باقی نہیں رہی۔ ایسی بے ہمت اور بے عمل قوم کے اندر فاطمہ جیسی دلیر اور بہادر لڑکی کا پیدا ہونا بالکل ایسا ہی ہے جیسے راکھ میں کوئی دبی ہوئی چنگاری نکل آئے اور بھڑک اُٹھے۔

(vi) کھیت سے منھ پھیر کر کسان کہاں جاتا ہے؟

جواب: کھیت سے منھ پھیر کر کسان گھر جاتا ہے۔

(vii) فراق گورکھپوری کی شاملِ نصاب غزل ان کے کس مجموعۂ کلام سے لی گئی ہے؟

جواب: فراق گورکھپوری کی یہ غزل ان کے مجموعۂ کلام "شعلستان" سے لی گئی ہے۔

(viii) مرزا احمد سعید کا آبائی گھر کس شہر میں تھا اور کس عظیم مسلمان رہنما سے ان کی عزیز داری تھی؟

جواب: مرزا احمد سعید کا آبائی گھر دلی شہر میں تھا اور سرسید احمد خان جیسے عظیم مسلمان رہنما سے ان کی عزیز داری تھی۔

سوال :5- کسی ایک سبق کا خلاصہ لکھیے: (5)

(i) اُردو ادب میں عید الفطر (ii) پرستان کی شہزادی

جواب :

(i) اُردو ادب میں عید الفطر

اُردو کی غزلیہ شاعری عید اور محبوب تک ہی محدود تھی، مگر 1857ء کے بعد اس میں وسعت پیدا ہوئی اور نظموں کی طرف توجہ تیز ہوگئی اور اسے ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا۔

شعرا اور ادبا کے تخلیقی جوہر کے حوالے سے یہ موضوع کئی جہتوں میں پھیل گیا۔ عید کے موضوع کو مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی کے وسیع تر جغرافیے سے ملا دیا گیا۔ عید الفطر کے موضوع پر نظمیں ہمیں متوسط اور غریب طبقے کے مسائل و حالات سے منسلک نظر آتی ہیں۔ خواجہ حسن نظامی نے دلی کی بربادی کے بعد شہزادوں اور شہزادیوں کی کس مپرسی میں عید بسر کرنے کا جو ذکر کیا ہے وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ حسن نظامی نے دینی جذبے کا اظہار کیا ہے۔ حالی کی نظم ''تہنیت عید الفطر'' میں خوشی کے جذبے کی عکاسی کے علاوہ عید کو مذہبی اقدار سے بھی ہم آہنگ کیا گیا ہے۔ اقبال کے ہاں ہلالِ عید ہمیں خوش بھی کرتا ہے اور ہماری ہنسی بھی اُڑاتا ہے۔ مجموعی طور پر عید کے چاند کو مناظر کے حوالے سے داخلی مسرت' اور خارجی حالات سے ملت کے عروج و زوال کی علامت کے طور پر قبول کرنے کا رجحان ظاہر ہوتا ہے۔ الغرض! عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا ایک اہم اور ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

(ii) پرستان کی شہزادی

جواب : سیدانی بی نہایت شریف گھرانے کی بیٹی تھیں۔ مرہٹہ گردی میں ان کا خاندان تباہ ہوگیا۔ برس دن کی بیاہی بیوہ ہوگئیں۔ گزر بسر کے لیے مغلانی کا پیشہ اختیار کیا اور خوب نام کمایا۔ شہر کی بیگمات میں ان کے ہنر کی دھاک تھی، مگر بڑھاپے میں سہارا دینے والا کوئی نہ تھا۔ ایسے میں میر صاحب کی بیوی نے ترس کھا کر اپنے پاس رکھا لیا۔

سیدانی بی نے پرستان کی سیر بھی کی تھی۔ ایک دن بچوں کو اپنی آپ بیتی سناتے ہوئے کہا کہ ایک مرتبہ دو جن مجھے دھوکے سے پالکی میں بٹھا کر پرستان لے گئے۔ جب میں عالی شان محل میں داخل ہوئی تو وہاں ہزاروں پریاں تھیں۔ ایک باغ تھا جس کا ہر درخت سونے چاندی اور زمرد کا تھا۔ ایک بارہ دری میں پہنچی تو کیا دیکھا کہ ایک بڑے یاقوت کے تخت پر بادشاہ اور بادشاہ کی بیگم اور ایک چودہ پندرہ برس کی

لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں ڈر گئی، مگر بادشاہ نے کہا: ڈرو نہیں ہم سیدوں کی بہت عزت کرتے ہیں۔ مجھے خوشی ہوئی کہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اتنے میں کھانا لگایا گیا۔ خوشبودار پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے پودے سامنے تھے۔ یہی پرستان کا کھانا تھا۔ ایک پھل توڑ کر منہ میں رکھو اور جس کھانے کا خیال دل میں لاؤ وہی مزہ آئے۔ توڑے ہوئے پھل کی جگہ فوراً نیا پھل نکل آتا۔ پانی کا خیال کیا تو یاقوت کا گلاس خود بخود منہ سے آ کر لگ گیا۔ درختوں کے پتے ایسے جیسے خوشبودار پان۔ میں نے ساری زندگی ایسا پان نہیں کھایا تھا۔

اب شہزادی کے کپڑے لائے گئے۔ کپڑوں اور گوٹا کناری کو دیکھ کر میری تو عقل جاتی رہی۔ میں نے کہا کہ صبح کام شروع کروں گی۔ انھوں نے بتایا کہ پرستان میں نہ دن ہوتا ہے، نہ رات، بلکہ ایک ہی موسم رہتا ہے۔ بہرحال میں کام میں مصروف ہوگئی۔ میں نے ایک جوڑا تیار کیا تو ہر طرف واہ واہ ہوگئی۔ اب کیا تھا میرے ہاتھ پاؤں میں تیزی آگئی اور دنوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔ کام ختم کرکے واپس آنے لگی تو بادشاہ بیگم نے جن سے کہا کہ سیدانی بی کو ان کے گھر پہنچا دے اور پالکی میں انعام واکرام بھی رکھ دینا۔

پالکی میں بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھا کہ وہ انعام کہاں ہے؟ اندھیرے میں ہاتھ سے ٹٹولنے لگی تو کنکر پتھر محسوس ہوئے۔ سوچا کہ جنات نے دغا کیا ہے اور ایک ایک کرکے پالکی سے باہر پھینکنے لگی۔ آنکھ بند کرتے میں گھر آ گیا۔ ڈیوڑھی میں پالکی رکھی گئی۔ جلتے ہوئے چراغ کی روشنی میں دیکھا تو پتا چلا کہ وہ کنکر پتھر نہیں، بلکہ ہیرے جواہرات تھے۔ بس دو چار باقی بچے تھے۔ میں نے انھیں اپنا نصیب سمجھ کر رکھ لیا۔ گھر پہنچی تو دیکھا کہ بونٹ پلاؤ جیسا چھوڑ گئی تھی، ویسا ہی ہے۔ چاولوں پر ابھی دم بھی نہیں آیا تھا۔ پکانے والی بڑی بی نماز پڑھ کر دعا مانگ رہی تھی، کہنے لگی کہ "اتنی جلدی واپس آگئیں۔" میں نے دل میں کہا کہ پرستان میں نہ جانے کتنے مہینے لگ گئے، یہاں ابھی چاولوں کو دم بھی نہیں آیا۔ میں نے بڑی بی سے کہا! "بھوک لگی تھی اس لیے راستے سے ہی واپس آ گئی ہوں۔ اب ان شاءاللہ کل جاؤں گی۔"

سوال:6- کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے: **(15)**

(i) محنت کی برکتیں (ii) ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ (iii) شہری اور دیہی زندگی

جواب:

(i) محنت کی برکتیں

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2017ء (پہلا گروپ)، سوال نمبر 6(ii)۔

(ii) ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2017ء (پہلا گروپ) سوال نمبر 6(i)۔

(iii) شہری اور دیہی زندگی

شہر ہوں یا دیہات ان دونوں کے ملنے سے کسی ملک کا قومی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ دیہاتی زندگی کی اپنی خصوصیات ہیں اور شہری زندگی کی اپنی۔ دونوں کے روشن پہلو بھی ہیں اور تاریک بھی۔ پاکستان کی ستر فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے جبکہ صرف تیس فیصد لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔ دیہاتی اور شہری لوگوں کا ماحول اور ان کا رہن سہن ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ دونوں کے مسائل بھی الگ الگ ہیں۔ ان میں چند درج ذیل ہیں:

دیہات کے روشن پہلو

1- حسنِ فطرت:

دیہات میں حسنِ فطرت کی فراوانی ہوتی ہے۔ فطرت کو اپنے اصلی روپ میں دیکھنا ہو تو گاؤں سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں۔ انگریزی کا ایک مقولہ ہے "دیہات خدا نے بنائے ہیں اور شہر انسان نے۔" دیہات کے صبح و شام کے مناظر قابلِ دید ہوتے ہیں۔ لہلہاتے ہوئے کھیت، ہرے بھرے سایہ دار درخت اور تازہ ہوا گاؤں والوں کے لیے قدرت کا بہت بڑا عطیہ ہیں۔

2- صحت مندانہ ماحول:

دیہات کا ماحول صاف ستھرا، پُر سکون اور صحت مندانہ ہوتا ہے۔ دیہاتی لوگ کھلی فضا اور سادہ مکانات میں رہتے ہیں۔ محنت مشقت کرتے ہیں۔ تازہ ہوا اور خالص غذا کھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شہری لوگوں کی نسبت زیادہ توانا اور صحت مند ہوتے ہیں اور بہت سی بیماریوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

3- سادگی و خلوص:

دیہاتی لوگ بہت سادہ اور مخلص ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی میں تکلف، بناوٹ، ریاکاری، مکر و فریب اور دکھاوا نہیں ہوتا۔ وہ خلوص اور صاف دلی کا پیکر ہوتے ہیں۔ وہ بالکل صاف نیت اور سیدھے سادے ہوتے ہیں اور ان کی زندگی میں کوئی طمع، لالچ اور حرص و ہوس نہیں ہوتی۔

4- مہمان نوازی:

گاؤں کے لوگ اخوت و محبت کے نمونے اور بہت ملنسار اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔ جب ان کے

ہاں کوئی مہمان آتا ہے تو وہ بہت خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور اپنی بساط سے بڑھ کر اس کی خاطر مدارت کرتے ہیں۔ گاؤں کی زندگی میں لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

5- محنت ومشقت:

گاؤں کے لوگ سستی اور کاہلی سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ وہ سخت محنت اور مشقت کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ کسان کی محنت ضرب المثل ہے۔ وہ محنت ومشقت سے اناج اگاتے ہیں اور وہی اناج دنیا کی خوراک بنتا ہے۔

دیہات کے تاریک پہلو

1- جہالت:

گاؤں کی زندگی کا سب سے تاریک پہلو جہالت ہے، جو ایک بہت بڑی لعنت ہے۔ دیہاتی لوگ علم کی روشنی اور اس کی برکتوں سے محروم ہوتے ہیں، اور یہی ان کی سب سے بڑی محرومی ہے۔ جب تک ہمارے دیہات میں تعلیم کو فروغ حاصل نہیں ہوتا، ہم دیہی ترقی وخوشحالی کا خواب نہیں دیکھ سکتے۔

2- فضول رسمیں:

دیہات کے لوگ بالعموم لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ رسم ورواج کی ناجائز حد تک پابندی کرتے ہیں۔ اپنے خون پسینے کی کمائی بیاہ شادی کی فضول رسموں اور مقدمہ بازی میں برباد کردیتے ہیں۔ اسی طرح روپے پیسے کے ساتھ ساتھ اپنا قیمتی وقت بھی ضائع کرتے ہیں۔

3- تعصب وتنگ نظری:

دیہات کے لوگ عام طور پر متعصب اور تنگ نظر ہوتے ہیں۔ ان میں فراخدلی اور وسعتِ نظری کا فقدان ہوتا ہے۔ قدامت پسندی کی وجہ سے ان کے خیالات، نظریات اور عقائد واضح نہیں ہوتے، بلکہ ان میں ہٹ دھرمی اور اُلجھاؤ کا عمل دخل ہوتا ہے۔

4- ضروریاتِ زندگی کی کمی/قلت:

گاؤں میں ضروریاتِ زندگی کی بہت کمی ہوتی ہے۔ وہ لوگ اکثر اپنی بیماری کا علاج ٹونے ٹوٹکے سے کراتے ہیں۔ خاص طور پر کسی سنگین قسم کی بیماری میں تو مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے اور وہ اسے تقدیر کے سر تھوپ دیتے ہیں۔

5- عدم تحفظ:

ذرائع آمدورفت کی سہولت میسر نہ ہونے کے باعث دیہات بالعموم شہروں سے کٹے ہوئے ہوتے

ہیں۔ اکثر دیہات پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے دور ہوتے ہیں، اس لیے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے سلسلے میں دیہاتیوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ دیہات میں آئے دن مختلف قسم کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔

شہر کے روشن پہلو

1- تعلیمی سہولتیں:

شہروں میں تعلیمی سہولتیں عام ہوتی ہیں۔ شہری لوگ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور انھیں اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر تعلیم دلانے کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں شہروں میں علم کا چرچا عام ہوتا ہے اور ہر شخص علم و فن سے مستفید ہو سکتا ہے۔

2- ضروریاتِ زندگی کی فراہمی:

شہروں میں عام ضروریاتِ زندگی بآسانی دستیاب ہوتی ہیں اور ہر شخص روزمرہ کی ضروریات اور زندگی کی عام سہولتوں اور آسائشوں سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی زندگی زیادہ پُرسکون اور آرام دہ گزار سکتا ہے۔

3- طبی سہولتیں:

بیماری کی صورت میں شہروں میں طبی سہولتیں عام ہوتی ہیں۔ یہاں اچھے سے اچھے ہسپتال اور ڈاکٹر میسر ہوتے ہیں۔ ہسپتالوں اور شفا خانوں میں جدید طبی سہولتیں میسر ہوتی ہیں۔ آج کل چونکہ بیماریاں عام ہو گئی ہیں، اس لیے شہروں میں ان کے علاج معالجے کے لیے مواقع بھی عام ہیں۔

4- روزگار کی فراہمی:

ملازمت اور کاروبار کے مواقع بھی زیادہ تر شہروں ہی میں ملتے ہیں۔ اس لیے یہاں روزگار کا مسئلہ بہتر طور پر حل ہو سکتا ہے۔ اس سے لوگوں کا معیارِ زندگی بلند ہوتا ہے۔

5- بہتر ذرائع آمد و رفت:

شہروں میں بہتر ذرائع آمد و رفت میسر ہوتے ہیں، اس لیے لوگوں کو آمد و رفت کے لیے دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور کاروبارِ زندگی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

6- صنعتی ترقی:

شہروں میں کارخانے، فیکٹریاں اور دیگر صنعتی وفنی ادارے عام ہوتے ہیں۔ شہر کے لوگ ان کارخانوں اور اداروں میں کام کرتے ہیں۔ اس طرح ملک صنعتی لحاظ سے ترقی کرتا ہے اور ملک کی فی کس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

شہر کے تاریک پہلو

1- شور و ہنگامہ:

شہر کا ماحول دیہات کی طرح پُر سکون نہیں ہوتا۔ یہاں کی ہوا ٹریفک کے شور سے بوجھل اور کارخانوں کے دھوئیں سے کثیف رہتی ہے۔ کارخانوں، فیکٹریوں اور ٹریفک وغیرہ کے شور و غل کی وجہ سے شہریوں کو سکون کے لمحات کم ہی میسر آتے ہیں اور وہ دل جمعی کے ساتھ کام نہیں کر سکتے۔

2- رہائش کا مسئلہ:

شہروں میں رہائش کا مسئلہ بہت سنگین ہوتا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے مناسب رہائشی سہولتوں کا فقدان ہوتا ہے۔ کرائے پر مکان نہیں ملتے اور اکثر لوگ تنگ و تاریک اور غلیظ مکانوں میں رہتے ہیں، جس سے ان کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث پینے کے پانی، تعلیمی وطبی سہولتوں کی کمی وغیرہ جیسے سنگین مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔

3- پُر تکلف زندگی:

شہری لوگ اپنے رہن سہن میں بالعموم تکلف اور نمائش کے زیادہ عادی ہوتے ہیں۔ وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر خود کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ان کی ضروریاتِ زندگی بے تحاشا بڑھ جاتی ہیں اور یہی چیز ان کے سکونِ قلب کو غارت کر کے رکھ دیتی ہے۔

4- مشینی زندگی:

شہروں کی زندگی مشینی قسم کی ہوتی ہے۔ عجب نفسانفسی کا عالم ہوتا ہے۔ یہاں باہمی ہمدردی اور ایک دوسرے کے دکھ کا احساس کم ہی ہوتا ہے۔ فراغت اور مل بیٹھنے کا موقع کم ہی ملتا ہے۔ ہر شخص مشین کے پرزے کی طرح رواں دواں نظر آتا ہے۔ بیکن کا کہنا بجا ہے کہ "جتنا بڑا شہر ہو اتنی ہی بڑی تنہائی ہوتی ہے۔"

حاصلِ کلام:

الغرض! دیہاتی اور شہری زندگی کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ ہر ایک کے روشن پہلو بھی ہیں اور تاریک بھی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دیہی ترقی کی طرف توجہ دی جائے اور شہری زندگی کے مسائل بھی حل کیے جائیں۔ تاکہ ہمارے دیہات اور شہر دونوں مل کر ملک وقوم کی ترقی وخوشحالی کا باعث بن سکیں۔

سوال 7:- درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھیے اور آخر میں دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کیجیے: (10)

پنجاب کی حدان دِنوں میں غزنی کی حد تک پھیلی ہوئی تھی اور راجہ یہاں کا جے پال تھا۔ جب مسلمانوں کے قدم آگے بڑھتے معلوم ہوئے تو اس نے غزنی پر ایک بھاری فوج سے چڑھائی کی۔ چنانچہ دفعتاً ملغان پر جا کر ڈیرے ڈال دیے اور پشاور سے کابل تک برابر لشکر پھیلا دیا۔ ادھر سے سبکتگین بھی نکلا۔ چنانچہ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی تھیں اور ایک دوسرے کی پیش دستی کی منتظر تھیں کہ دفعتاً آسمان سے گولے پڑنے لگے۔ یعنی بے موسم برف گرنا شروع ہوگئی۔ وہ لوگ تو برف کے کیڑے تھے انھیں خبر بھی نہ ہوئی' ہندوستانی بے چارے اپنے لحاف اور رضائیاں ڈھونڈنے لگے' مگر وہاں رضائی کا گزارہ کہاں' سیکڑوں اکڑ کر مر گئے' ہزاروں کے ہاتھ پاؤں رہ گئے' جو بچے اُن کے اوسان جاتے رہے۔

سوالات:

(i) پنجاب کی حدود غزنی تک پھیلی ہوئی تھی' کس زمانے میں؟

(ii) جے پال کون تھا اور سبکتگین کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

(iii) ''وہ لوگ تو برف کے کیڑے تھے'' کون لوگ برف میں رہنے کے عادی تھے؟

(iv) وہاں رضائی کا گزارہ کیوں نہیں تھا؟

(v) جے پال اور سبکتگین میں جنگ کیوں نہ ہوئی؟

جواب: جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2018ء (پہلا گروپ)' سوال نمبر 7۔